Digitized By Khilafat Library Rabwah

روزنامہ
الفضل ربوہ
فون: ۴۴۹
(ایڈیٹر): نسیم سیفی
رجسٹرڈ نمبر
ایل
۵۲۵۴
جلد ۳۹/۷۴ | ہفتہ ۱۹ جمادی الثانی ۱۴۰۹ھ ؛ ۲۸ صلح ۱۳۶۸ ہش ؛ ۲۸ جنوری ۱۹۸۹ء | نمبر ۲۴

# ارشادِ عالیہ

## سیدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ

"سچ ہے کہ جو خدا کا ہو جاتا ہے خدا اس کا ہو جاتا ہے یاد رکھو ایسا نہ ہو کہ تم اپنے اعمال سے ساری جماعت کو بدنام کرو۔ شیخ سعدی صاحب فرماتے ہیں:

بدنام کنندۂ نکو نامے چند

بلکہ ایسے بنو کہ تا تم پر خدا تعالیٰ کی برکات اور اس کی رحمت کے آثار نازل ہوں۔ وہ عمروں کو بڑھا بھی سکتا ہے۔ مگر ایک وہ شخص جس کا عمر پاتے سے مقصد صرف وَرلی دنیا ہی کے لذائذ اور حظوظ ہیں اسکی عمر کیا فائدہ بخش ہو سکتی ہے؟ اس میں تو خدا کا حصّہ کچھ بھی نہیں۔ وہ اپنی عمر کا مقصد صرف عمدہ کھانے کھانے اور نیند بھر کے سونے اور بیوی بچّوں اور عمدہ مکان کے یا گھوڑے وغیرہ رکھنے یا عمدہ باغات یا فصل پر ہی ختم کرتا ہے وہ تو صرف اپنے پیٹ کا بندہ اور شکم کا عابد ہے۔ اس نے تو اپنا مقصود و مطلوب اور معبود صرف خواہشاتِ نفسانی اور لذائذِ حیوانی ہی کو بنایا ہوا ہے مگر خدا تعالیٰ نے انسان کے سلسلۂ پیدائش کی علّت غائی صرف اپنی عبادت رکھی ہے۔"

---

"صرف عبادت الٰہی مقصد ہونا چاہیئے اور صرف اسی غرض کیلئے یہ سارا کارخانہ بنایا گیا ہے۔ برخلاف اس کے اور ہی اور ارادے اور ہی اور خواہشات ہیں۔

بھلا سوچو تو سہی کہ ایک شخص ایک شخص کو بھیجتا ہے کہ میرے باغ کی حفاظت کر۔ اس کی آبپاشی اور شاخ تراشی سے اسے عمدہ طور کا بنا اور عمدہ عمدہ پھول بیل بُوٹے لگا کہ وہ ہرا بھرا ہو جاوے۔ شاداب اور سرسبز ہو جاوے۔ مگر بجائے اس کے وہ شخص آتے ہی جتنے عمدہ عمدہ پھل پھول اسمیں لگے ہوئے تھے ان کو کاٹ کر ضائع کر دے یا اپنے ذاتی مفاد کے لیے فروخت کرے اور ناجائز دست اندازی سے باغ کو ویران کر دے تو بتاؤ کہ وہ مالک جب آوے گا تو اس سے کیسا سلوک کرے گا؟

خدا نے تو بھیجا تھا کہ عبادت کرے اور حق اللہ اور حقوق العباد کو بجا لاوے۔ مگر یہ آتے ہی بیویوں میں مشغول، بچوں میں محو اور اپنے لذائذ کا بندہ بن گیا اور اصل مقصد کو بالکل بھول ہی گیا۔ بتاؤ اس کا خدا کے سامنے کیا جواب ہو گا؟"

(ملفوظات حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ جلد ۵ صفحہ ۲۴۶-۲۴۷)

---

# خاندان حضرت بانیٔ سلسلہ میں شادی کی مبارک تقریب

حضرت سیّدہ ام متین مریم صدیقہ صاحبہ رقم فرماتی ہیں:

عزیزہ شازیہ بنت صاحبزادہ نواب محمود احمد خان کی تقریب رخصتانہ ۹ر جنوری ۱۹۸۹ء بروز پیر ربوہ میں سرانجام پائی۔ عزیزہ شازیہ صاحبزادہ نواب محمد احمد خان کی پوتی اور صاحبزادہ کرنل مرزا داؤد احمد کی نواسی ہیں۔ آپ کا نکاح سید وقار احمد شاہ ابن کموڈور سیّد ناصر احمد شاہ ولد سید ظہور احمد شاہ سے ۲۳ر نومبر ۱۹۸۷ء بروز پیر بمقام بیت الفضل لندن حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے پڑھا تھا۔

تقریبِ رخصتانہ کی دعا صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ناظر اعلیٰ نے کروائی۔ دعا میں حضرت مولوی محمد حسین صاحب (سبز پگڑی والے) رفیق حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ بھی شامل تھے۔

رخصتی تقریباً پونے پانچ بجے صاحبزادہ کرنل مرزا داؤد احمد صاحب کے گھر سے ہوئی۔ رخصتی کے وقت آپ نے دعا کرائی۔

عزیز وقار احمد شاہ بی سی سی آئی میں ملازم ہیں اور آجکل شرقِ اوسط میں متعیّن ہیں۔

عزیزہ شازیہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی پڑنواسی، حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی پڑپوتی، حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کی پڑنواسی اور حضرت سیّدہ امۃ الحفیظ بیگم کی بیٹی صاحبزادی زکیہ بیگم کی نواسی ہیں

احباب جماعت کی خدمت میں گزارش ہے کہ دعا کریں اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو بہت بابرکت کرے اور یہ جوڑا ان تمام برکات سے فائدہ پائے جن کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ سے فرمایا تھا۔

---

"یہ خیال مت کرو کہ ہم بھی ہر روز دعا کرتے ہیں اور تمام نماز دعا ہی ہے جو ہم پڑھتے ہیں کیونکہ وہ دعا جو معرفت کے بعد اور فضل کے ذریعہ سے پیدا ہوتی ہے وہ اور رنگ اور کیفیت رکھتی ہے وہ فنا کرنے والی چیز ہے۔ وہ گداز کرنے والی آگ ہے۔ وہ رحمت کو کھینچنے والی ایک مقناطیسی کشش ہے۔ وہ موت ہے پر آخر کو زندہ کرتی ہے۔ وہ ایک تند سیل ہے پر آخر کو کشتی بن جاتی ہے۔ ہر ایک بگڑی ہوئی بات اس سے بن جاتی ہے اور ایک زہر اس سے آخر تریاق ہو جاتا ہے۔"

Digitized By Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ
پبلشر: مسعود احمد پرنٹر: قاضی منیر احمد مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقامِ اشاعت: دارالنصر غربی ربوہ قیمت: ایک روپیہ پچاس پیسے

۲۸ صلح ۱۳۶۸ ہش ۲۸ جنوری ۱۹۸۹ء

# ہم سب پاکستانی

فلاح و بہبود کی انجمنیں بھی اپنے ملک کی خدمت کرتی ہیں لیکن چونکہ ان کا مقصد حصولِ اقتدار نہیں ہوتا انہیں سیاسی جماعتیں نہیں کہا جا سکتا سیاسی جماعتیں بھی فلاح و بہبود کے سلسلہ میں مسلسل سعی کرتی ہیں لیکن چونکہ سیاسی جماعت کا مقصد حصولِ اقتدار ہوتا ہے اس لئے انہیں فلاح و بہبود کی انجمنیں نہیں کہا جا سکتا۔

اس کے باوجود یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کوئی غیر سیاسی جماعت ایسی ہو سکتی ہے جسے اپنے ملک کے حالات پر غور کرنے۔ اور کسی کے غلط راستہ اختیار کرنے پر اسے صحیح مشورہ دینے۔ کی ضرورت نہ ہو۔ ہم تو یہاں تک کہیں گے کہ چونکہ ملکی ترقی سے ہر فرد بشر متاثر ہوتا ہے۔ جیسا کہ اس کے برعکس ہونے سے بھی۔ اس لئے ہر ملکی باشندے کا یہ فرض بنتا ہے۔ کہ اپنے پرخلوص خیالات کا اظہار کرتا ہی رہے تاکہ اگر ممکن ہو تو اس کی بات کسی کو غلط راستے سے ہٹا سکے اور کسی کو صحیح راستے پر استحکام سے چلنے کی ہمت عطا کر دے۔

الفضل ایک مذہبی جماعت کا پرچہ ہے۔ اور اس لحاظ سے اسے سیاست سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ جس جماعت کی یہ نمائندگی کرتا ہے حصولِ اقتدار کبھی اس کا مقصد نہیں رہا نہ کبھی یہ جماعت اس مقصد کو اپنائے گی۔ اس کے باوجود کون کہہ سکتا ہے کہ یہ جماعت ملکی حالات سے متاثر نہیں ہوتی۔ اور کون کہہ سکتا ہے کہ غیر سیاسی ہونے کی وجہ سے اسے ملکی حالات کے متعلق مشورہ۔ یا اپنا خیال۔ پیش کرنے کا حق نہیں ہے۔ ملک ترقی کرے تو ہم اس کے ساتھ ساتھ ترقی کرتے ہیں اور اگر خدا نخواستہ ملک پیچھے کی طرف جائے تو ہم بھی اپنا قدم آگے نہیں بڑھا سکتے۔

اس وقت ہم صرف یہ کہنا چاہتے ہیں۔ کہ تاریخ انسانوں کے لئے ایک ایسا آئینہ ہے جس میں حالات کے نتائج واضح ہو کر سامنے آ جاتے ہیں۔ کسی نے کیا کیا اور اس کا کیا نتیجہ نکلا یہ تاریخ ہی بتاتی ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ پاکستان کے تمام باشندے انسانیت کی تاریخ پر غور کریں۔ خاص طور پر وہ لوگ جو صاحب اقتدار ہیں ہر گڑھے سے بچنے کی کوشش کریں۔ اور ہر اچھی بات کو اپنائیں۔ یہ ان کے اقتدار کو بھی سنبھالا دے گا اور ملک میں بھی استحکام پیدا کرے گا۔ آئیے ہم سب تاریخ سے سبق سیکھیں ؛

حُسنِ کردار سے ہر بات بدل ڈالیں گے
دن بدل ڈالیں گے ہم رات بدل ڈالیں گے
ظلم کا ہاتھ ہمیں دیکھ کے رُک جائے گا
پیار سے خوئے فسادات بدل ڈالیں گے

(ابوالاقبال)

# امنِ عالم

بندہ پرور! یہ اُلجھنا ہے بھلا کس کام کا
کون دانش نام رکھتا ہے خیالِ خام کا

امنِ عالم کے لیے درکار ہیں ہوش و حواس
جوش دے سکتا نہیں کوئی ثبوت الزام کا

ہم تو جس کے ہو گئے اس پر نچھاور جان و دِل
اور نذرانہ ہے کیا اک بندۂ بے دام کا

اُس کے لطفِ خاص کی بارش ہے ہم پہ روز و شب
زندگی بھر ہے مزا برسات کے ایام کا

گھولتی ہے آسمانوں کی صدا کانوں میں رس
دِل پہ بن جاتا ہے نقشہ چہرۂ گلفام کا

ہم نہیں کہتے کہ ہم کو یہ ملے یا وہ ملے
رات کے پچھلے پہر اک حرف ہو پیغام کا

قادیاں کی رونقوں کی یاد ہے تسکینِ دِل
ہم پہ طاری ہے نشہ اسکے لبالب جام کا

ہر گلی کوچہ سے آتی ہے صدائے حمد و نعت
ذکرِ محبوبِ خدا ہے اور خدا کے نام کا

سوئے مغرب دیکھنے کا آنکھ کو ہے اشتیاق
اب بسیرا بن گئی وہ سمت دِلآرام کا

داد پاتے ہیں نسیمؔ ان سے مرے خاموش لب
ان کا اِک اِک لفظ حصّہ ہے مِرے انعام کا

(نسیم سیفی)

احباب جماعت کی خدمت میں گذارش ہے کہ حضور ایدہ اللہ تعالےٰ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ۳ اپریل ۱۹۸۷ء کے بعد پیدا ہونے والوں بچوں کو وقف نو میں پیش کریں ــــــ (وکیل الدیوان)

Digitized By Khilafat Library Rabwah

قسط نمبر ۲ آخری

# ترقی کا زینہ

"ابتلاء کے وقت ابتلاء کی طرف نہیں دیکھنا چاہیئے بلکہ اپنے نفس کو دیکھنا چاہیئے اگر تمہارا نفس مطمئن ہے، اگر اسمیں کوئی نقص اور کمزوری نہیں پیدا ہوئی تو خوش ہو کہ تمہاری ترقی کا وقت آگیا!"

(حضرت فضل عمر)

وہ شخص جو یہ کہتا ہے کہ مَیں کسی کی بات اسلئے نہیں سُنتا کہ میرا ایمان خراب ہو جاتا ہے۔ وہ گویا خود اقرار کرتا ہے کہ اس میں ایمان نہیں ہے۔ ماں باپ سے سن سنا کر اور ساتھیوں کے میل ملاپ کی وجہ سے جو کچھ مانتا ہے مانتا ہے۔ ورنہ اسے یقین حاصل نہیں ہوتا۔ عام طور پر لوگوں کا یہی حال ہے کہ سنی سنائی باتوں کو مانتے ہیں اسی لئے ان کے لئے قربانی کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ اردو میں مثل ہے سو گز واروں ایک گز نہ پھاڑوں یہی مثال ان کی ہوتی ہے۔ منہ سے جتنا چاہو ان سے اقرار کرالو۔ وہ کہنے کو تو کہہ دیں گے کہ ہم خدا اور رسولؐ ...... پر قربان ہونے کو تیار ہیں۔ مگر جب وقت آئے گا تو قربان ہونا تو الگ رہا۔ معمولی سی قربانی کرنے کے لئے بھی تیار نہیں ہوں گے۔

یہ اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ ان میں ایمان نہیں ہوتا۔ کیونکہ ایمان کی علامت تو یہ ہے کہ خواہ کس قدر مشکلات میں انسان کو ڈال دیا جائے۔ وہ پرواہ نہیں کرتا اور جب تک مشکلات کی بھٹی میں نہ ڈالا جائے۔ اس وقت تک ایمان کا پتہ نہیں لگتا۔ اسی لئے ہمیشہ نبیوں کے ماننے والوں کو ابتلاء آتے رہتے ہیں۔ یہ دو قسم کے ابتلاء ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو بندہ خود اپنے اوپر اپنی مرضی سے نازل کرتا ہے۔ اور دوسرے وہ جو خدا تعالےٰ نازل کرتا ہے۔ بندہ کی اپنی مرضی پر جو ابتلاء چھوڑے جاتے ہیں۔ وہ مثلاً نماز روزہ ہیں ان میں سہولت کے سامان انسان کر سکتا ہے۔ مگر ایک وہ ابتلا ہوتے ہیں جو خدا کے ہاتھ میں ہوتے ہیں۔ بندہ اگر چاہے کہ ان میں سہولت کرے تو نہیں کر سکتا۔ یہ اس لئے آتے ہیں کہ خدا بندہ پر اس کے ایمان کی حالت ظاہر کر دے یہ اس لئے نہیں آتے کہ خدا کو انسان کی حالت کا پتہ نہیں ہوتا۔ اور یہ مت خیال کرو کہ کیا بندہ اپنا حال بھی نہیں جانتا۔ سب سے بڑی مصیبت یہی ہے کہ لوگ اپنے دل کا حال نہیں جانتے اگر یہ بات نہ رہے تو ساری خرابی دور ہو جائے اپنے دلوں کے متعلق لوگوں کے غلط خیال ہوتے ہیں۔ اس کی موٹی مثال یہ ہے کہ عام طور پر بہادر اور دلیر انسان بہت کم ہوتے ہیں۔ اور زیادہ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ جو خطرات سے ڈر جاتے ہیں۔ لیکن اگر سو آدمی کو بٹھا کر لڑائی کی خبریں سناؤ۔ تو ان میں سے ہر ایک یہی کہے گا کہ اگر اس موقعہ پر ہم ہوتے تو یوں کرتے۔ لڑنے والوں نے یہ کمزوری دکھائی اور یہ بزدلی کی۔ اور یہ یونہی نہیں کہتے بلکہ یقین رکھتے ہیں کہ اگر ہم ہوتے تو اس طرح کرتے یہ جھوٹ نہیں بول رہے ہوتے۔ مگر جب موقع پر لا کر کھڑا کیا جائے تو انہیں پتہ لگتا ہے کہ ان کی حقیقت کیا ہے۔

اسی طرح انسان کو ہزاروں چیزوں سے محبت ہوتی ہے اور ہزاروں سے نفرت۔ مگر درحقیقت اسے نہ ان سے محبت ہوتی ہے۔ جن سے وہ محبت سمجھتا ہے۔ اور نہ ان سے نفرت ہوتی ہے۔ جن سے وہ نفرت کا اظہار کرتا ہے۔ ایک وقت جس چیز سے اسے محبت ہوتی ہے۔ دوسرے وقت اسی سے نفرت کرتا ہے۔ اور جس سے نفرت ہوتی ہے اسی سے محبت جتانے لگتا ہے۔ آج ایک شخص سے اس کی صلح ہوتی ہے۔ اور اسے اپنا دوست سمجھتا اور خیال کرتا ہے کہ میں اسے کبھی چھوڑ نہیں سکتا۔ لیکن شام کو اسے چھوڑ دیتا ہے اور اس سے بات کرنا بھی پسند نہیں کرتا۔ اسی طرح صبح کو ایک شخص سے اس کی دشمنی ہوتی ہے۔ اور اس کی شکل سے بیزار ہوتا ہے۔ لیکن شام کو اس کا ایسا دوست بھی بن جاتا ہے کہ کہتا ہے کہ اگر کوئی اسے ٹیڑھی نظر سے بھی دیکھے گا۔ تو میں اسے جان سے مار دوں گا ایسے تغیرات ہوتے رہتے ہیں۔ جن سے ظاہر ہے کہ عام طور پر انسان اپنے دل کی حالت نہیں جانتا۔ اللہ تعالےٰ نے انسان کو اس کے قلب کی حالت کے لئے یہ کیا ہے کہ اسے ابتلاؤں میں ڈالتا ہے تاکہ خطرناک حالتوں سے گزر کر اسے اپنی حقیقت کا علم ہو جائے۔ ہمارے زمانہ میں اس لئے کہ ہماری حالتیں بوجہ مدتوں مغلوب رہنے کے اچھی طرح مضبوط نہیں۔ اور ہم میں وہ دلیری اور جرأت نہیں جسکی ضرورت بڑے بڑے ابتلاؤں کو برداشت کرنے کے لئے ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے ہم پر رحم کر کے ہمیں ایسے ابتلاؤں میں نہیں ڈالا ہے جیسے پہلے انبیاء کی جماعتوں کے لئے آتے رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ برداشت کر لینے کی ہمت دیکھ کر ابتلاء ڈالتا ہے۔ یہ نہیں کہ جو ابتلا برداشت کرنے کی طاقت نہ ہو۔ وہ ڈال دے۔ ہاں انسان ایسے ابتلاؤں میں ضرور ڈالا جاتا ہے۔ جن کے متعلق وہ خیال کرتا ہے۔ اور اس طرح خدا پر الزام لگایا جاتا ہے۔ کہ اللہ نے اس پر ظلم کیا ہے کہ جس بوجھ کے اٹھانے کی اس میں طاقت نہ تھی اسے اس پر ڈال دیا۔ حالانکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کبھی ایسا نہیں ہوتا...... خدا کسی پر ایسا بوجھ نہیں ڈالتا۔ جس کے اٹھانے کی اسے طاقت نہ ہو۔ بوجھ وہی ڈالا جاتا ہے جس کے اٹھانے کی طاقت ہوتی ہے۔ مگر اس وقت تک جب تک کہ اس قوم کو تباہ کرنے کا منشاء نہیں ہوتا۔ جو ابتلا کسی جماعت کی ترقی کے لئے آتے ہیں وہ طاقت برداشت سے باہر نہیں ہوتے۔ ہاں جو ہلاکت کے لئے ہوتے ہیں وہ ضرور باہر ہوتے ہیں۔ پس ایمان لانے والے کے ابتلا طاقت سے باہر نہیں ہوتے ہاں وہ خیال کر لیتا ہے کہ باہر ہیں۔ مگر یہ اس کی غلطی ہوتی ہے۔ جب ایمان لانے والا ایک ابتلا کو برداشت کر لیتا ہے۔ تو اسے پتہ لگ جاتا ہے کہ اس کا ایمان کتنا مضبوط ہے۔ پھر اور رنگ میں اس پر ابتلا آتا ہے یا اسی رنگ میں آتا ہے بہرحال وہ ..... اس کو برداشت کر لیتا ہے اور اس کے دل میں کسی قسم کا شکوہ و شکایت پیدا ہونے کی بجائے شکر و امتنان پیدا ہوتا ہے کہ خدا نے اپنے فضل سے مجھے اتنی طاقت دی کہ میں نے اسے برداشت کر لیا اس کا ایمان اور پختہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ اس سے بھی بڑھ کر ابتلا برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ جیسے جوں جوں انسان کو دلیری ہوتی ہے۔ آگے بڑھتا جاتا ہے۔ اسی طرح اس کی حالت ہوتی ہے۔ وہ جوں جوں دلیر ہوتا جاتا ہے آگے بڑھتا جاتا ہے اس طرح ایک تو اسے اپنے ایمان کی پختگی کا پتہ لگتا جاتا ہے دوسرے اسے آگے بڑھنے کا موقعہ ملتا ہے اور وہ ترقی کرتا جاتا ہے۔

تو ابتلاء کے دو فائدے ہوتے ہیں ایک یہ کہ انسان کو اپنی حالت کا پتہ لگتا ہے کہ خدا کی راہ میں کس قدر تکلیف اٹھا سکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ آگے قدم بڑھانے کی جرأت پیدا ہوتی ہے۔ ابتلاؤں کا آنا ایسی ضروری بات ہے کہ نبیوں کی کوئی جماعت ایسی نہیں ہوئی کہ جس پر ابتلا نہ آئے ہوں۔ چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے...... کیا لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ نعمت اور وہ انعام جس کی وسعت کا اندازہ نہیں لگا سکتے انہیں یونہی مل جائے گا اور ان پر وہ حالت نہ گذرے گی جو پہلوں پر گذرتی رہی۔ وہ حالت ضرور گزرے گی۔ اس لئے یہ مت خیال کرو کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ جب تک ان حالتوں میں سے نہ گذرو گے جن میں سے پہلے گذرے۔ انہیں کیا ہوا تھا اور ان کی حالت کیسی ہوئی۔ ان کی حالت ایسی ہو گئی کہ ........ ان کو بڑی بڑی تکالیف پہنچیں۔ جسمانی بھی اور مالی بھی۔ انہیں اپنی جائیدادیں چھوڑنی پڑیں قتل وہ ہوئے۔ غرض کہ کئی کئی رنگ میں ہلائے گئے۔ جس طرح جب زلزلہ آتا ہے تو عمارت کبھی دائیں گرنے لگتی ہے۔ کبھی بائیں۔ اسی طرح دیکھنے والے ان کے متعلق کہتے تھے کہ یہ اب گرے حتیٰ کہ ان کی تکالیف بڑھتے بڑھتے اس حد تک پہنچ گئیں کہ دشمن نے خیال کیا کہ اب یہ گر ہی گئے۔ اس وقت اللہ کے رسولؐ اور مومنوں نے دعا کرنی شروع کی...... اے خدا ابتلا اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ مدد آجائے........

سوال التجاء کا رنگ بھی رکھتا ہے انسان کسی سے پوچھتا ہے کہ یہ بات آپ کب کریں گے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ نہیں کریں گے بلکہ یہ کہ کر دیں اسی طرح مجسٹریٹ سے پوچھا جاتا ہے کہ میری باری کب آئے گی۔ اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ کبھی نہیں آئے گی بلکہ یہ کہ آجائے تو انہوں نے دعائیں کرنی شروع کر دیں کہ الٰہی ابتلا بڑھ گئے ہیں اب مدد آجائے۔ اس کے جواب میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے...... خدا کی مدد قریب ہی ہوتی ہے اور ہر ابتلا کے ساتھ مدد آتی ہے۔ جب ابتلا تمہاری ترقیات کے لئے آئیں تو پھر تمہیں تباہ ہونے کا ڈر نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر تمہارے نفسوں میں خرابی ہے اور جانتے ہو کہ خدا تعالےٰ

Digitized By Khilafat Library Rabwah

تمہیں ہلاک کرنا چاہتا ہے تو مدد نہیں آئے گی۔ لیکن اگر تمہارے نفسوں میں خرابی نہیں۔ تمہارا ایمان مضبوط ہے۔ تم تقویٰ کی راہ پر قدم مار رہے ہو۔ وساوس پر تمہیں قابو حاصل ہے۔ تو ابتلا تمہارے لئے خوف وخطرہ کا باعث نہیں ہو سکتے۔ مومن کو کبھی ڈر نہیں ہوتا اس پر جب ابتلا آتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ اس ابتلا کے ساتھ ہی خدا کی مدد بھی آرہی ہے۔

مثنوی رومی والے نے اسی مضمون کو اس طرح بیان کیا ہے ؎

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ است
زیر آں گنج کرم بنہادہ است

پس ہر ابتلا جو آتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ خزانہ انعامات کا مخفی ہوتا ہے اس لئے اصل خطرہ کی بات ابتلا نہیں ہوتا۔ کیونکہ ابتلا کے تو یہ معنے ہوتے ہیں کہ اور ترقی خدا دے گا۔ ڈر اور خوف کی بات اپنے نفس کی حالت ہوتی ہے۔ اس کو ٹٹولنا اور دیکھنا چاہیئے کہ آیا اس میں تو کوئی ایسی بات پیدا نہیں ہوگئی جو تباہی کا باعث بن جائے اگر اس میں وساوس نہیں پیدا ہوئے اگر ایمان مضبوط ہے اور دل شکر اور امتنان کے جذبات سے پُر ہے تو خوش ہونا چاہیئے۔ کیونکہ ایسی حالت میں ابتلا ڈر کا باعث نہیں بلکہ خوشخبری ہے لیکن اگر ابتلا آنے پر وساوس پیدا ہو جاتے ہیں۔ ایمان میں کمزوری معلوم ہوتی ہے تو سمجھ لو کہ یہ ابتلاء تمہاری ترقی کا باعث نہیں۔ بلکہ ہلاکت کا باعث ہوگا۔

پس ابتلاء کے وقت ابتلاء کی طرف نہیں دیکھنا چاہیئے بلکہ اپنے نفس کو دیکھنا چاہیئے۔ اگر تمہارا نفس مطمئن ہے۔ اگر اس میں کوئی نقص اور کمزوری پیدا نہیں ہوئی تو خوش ہو کہ تمہاری ترقی کا وقت آگیا۔ اور تمہارا قدم آگے بڑھنے لگا۔ لیکن اگر نفس میں خرابی ہے۔ ایمان میں کمزوری ہے اور دل میں وساوس ہیں تو سمجھ لو کہ تباہی آگئی ہے۔

ہماری جماعت کے لئے ابتلاء آنے ضروری ہیں اور آئے ہیں لیکن پہلی جماعتوں کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ...... ہمارے لئے ایسا نہیں ہوتا بلکہ سہار سہار کر ہم پر آرہے ہیں۔ ایک ابتلا کے برداشت کرنے کی جب طاقت پیدا ہو جاتی ہے تب دوسرا آتا ہے۔ ہمارے ابتلاؤں کی مثال ایسی ہی ہے جیسے نماز اور روزہ کے ابتلاء ہیں کہ اگر سردی ہو تو گرم پانی کر لیا جائے۔ اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے میں تکلیف ہے تو بیٹھ کر پڑھ لی جائے۔ اگر روزہ نہیں رکھا جاتا تو دوسرے وقت میں رکھ لیا جائے۔

ہماری جماعت پر جو ابتلاء آرہے ہیں اگر پہلوں کے ابتلاؤں کو دیکھا جائے تو اوّل تو میں اپنے لئے انہیں ابتلاء کہنا ہی جائز نہیں سمجھتا کیونکہ پہلوں کے مقابلہ میں انہیں ابتلاء کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔ مگر پھر بھی یہ ترقی کا زینہ ہیں۔ اگر ہماری جماعت کے لوگ ان کو برداشت کر لیں گے تو ترقی کے اعلیٰ زینہ اور ایمان کے اعلیٰ درجہ تک پہنچ جائیں گے۔ اور اصل اور حقیقی ایمان وہی ہوتا ہے جو ابتلاؤں میں سے گذرنے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ پس تم اپنے ایمانوں پر غور کرو۔ جس قسم کے تمہارے ایمان ہیں۔ کیا ان کے بدلے میں تم پچاس سال کی زندگی پانے کے بھی مستحق ہو۔ اگر نہیں تو پھر ابدی زندگی کس طرح پا سکو گے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ تم پر ابتلاء آئیں۔ اور تمہارا ایمان پختہ ہو۔ کیونکہ اسی کے بعد ابدی زندگی حاصل ہوتی ہے۔

خدا تعالےٰ ہم پر اپنا فضل کرے اور محض اپنے کرم سے اپنا قرب عطا کرے اور ہمیں ایسا ایمان نصیب کرے جس کے بعد ابدی زندگی حاصل ہو۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۴ مارچ ۱۹۲۲ء)

## شکرانۂ "الفضل"

یعقوب امجد

چشمۂ "اَلفَضل" جاری ہو گیا
آگہی پر وَجد طاری ہو گیا

انقلابِ وقت یوں گویا ہوا!
"بے بسوں پر فضلِ باری ہو گیا"

## پیار کے بول

ہیرے جواہر سونا چاندی ڈھلتی پھرتی چھاؤں
سچا کھرا اخلاق بھرا دل دھرتی پر انمول

سمے گزرنے سے نہیں بھرتا بات کا گہرا گھاؤ
کانچ سا دل نہ دُکھ جائے ہر بول سے پہلے تول

کام کریں وہ جس کا اجر ہم دونوں جہاں میں پائیں
دنیا بھر میں خوشیاں بانٹیں اور وہ بھی بے مول

نفرت جھوٹ ریا کاری نہ بھیتر ہو نہ باہر
لکھیں تو لفظ محبت کے بولیں تو پیار کے بول

کیکر کنکر جھاڑی پتھر سب کی راہ سے ہٹائیں
دے کر اپنے پڑوسی کو سُکھ پیار کے موتی رول

امۃ الباری ناصر

جماعت احمدیہ کے تیسرے امام سیدنا حضرت مرزا ناصر احمد صاحب فرماتے ہیں۔

ہمارے ملک میں بھی بعض اور ملکوں میں بھی سفارش کی لعنت پیدا ہو گئی ہے اور جس ملک کے فیصلوں کی بنیاد حق و انصاف کی بجائے سفارشوں پر ہو میرے نزدیک خدا ایسے حالات میں اس ملک کو ترقی نہیں دے سکتا۔ احمدیوں کا یہ فرض ہے کہ وہ خود بھی عمل کریں اور دوسروں کو بھی سمجھائیں کہ حق کے بغیر کوئی چیز لینے کی کوشش نہ کریں اور نہ اس کی خواہش کریں اور دعاؤں پر زور دیں۔ یہ صحیح ہے کہ جب تک سفارش کا کلی طور پر قلع قمع نہیں کیا جاتا اس وقت تک جائز حقوق کے حصول کے لئے بھی سفارش کی ضرورت پڑے گی اور یہ قوم کی بدقسمتی ہے لیکن پوری کوشش کرنی چاہیئے کہ سفارشات سے بچا جائے یہ قومی فریضہ ہے ....

## قوموں کی اصلاح

حضرت فضل عمر فرماتے ہیں " قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی "

الفضل کا باقاعدگی سے مطالعہ بھی نوجوانوں کی اصلاح کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ نوجوانوں کو اس کے مطالعہ کی عادت ڈالئے اور قوموں کی اصلاح کا سامان کیجئے۔

(مینجر)

Digitized By Khilafat Library Rabwah

# صداقت کیا ہے؟

## حضرت کعب رضؓ بن مالک کا بیان

مرتب: راجہ محمد شریف۔

تین مخلص مومنین (صحابہ کرامؓ) (یعنی حضرت کعب بن مالکؓ۔ حضرت ہلال بن امیہؓ اور حضرت مرارہ ابن الربیعؓ کسی نہ کسی عذر کی بنا پر غزوہ تبوک میں شرکت کرنے سے رہ گئے تھے۔ حضرت کعبؓ بن مالک نے اس بارے میں کسی کو یہ بتایا کہ تبوک سے حضورؐ کی واپسی کے بعد میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضورؐ نے مجھے دیکھ کر تبسم فرمایا۔ مگر یہ تبسم غضب آلود تھا پھر فرمایا "نزدیک آؤ اور کہو کہ تم کیوں رہ گئے؟"

میں نے عرض کیا "یا رسول اللہ! میں اگر کسی دنیا دار کے سامنے ہوتا تو ممکن ہے کوئی عذر تلاش کر لیتا۔ مگر آپ رسولؐ خدا ہیں۔ اگر جھوٹی بات کہہ کر آپ کو راضی کر لوں تو ممکن ہے خدا سچی بات کہہ کر آپؐ کو مجھ سے ناراض کر دے۔ حق تو یہ ہے کہ بغیر کسی رکاوٹ کے میں شرکت کرنے سے رہ گیا"۔

حضورؐ نے فرمایا — "تم نے ٹھیک کہا۔ اٹھو۔ جب تک خدا تمہارے حق میں کوئی فیصلہ نہ فرمادے۔ ٹھہرو"۔

میں ہٹ آیا تو لوگوں نے کہا کہ "کوئی عذر دے کر حضورؐ سے استغفار کرالو" — تو میں نے پوچھا۔ "کیا میری طرح کا بیان اس مجمع کے نہ جانے والوں میں سے کسی اور نے بھی دیا ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ "ہاں حضرت مرارہ ابن الربیع اور حضرت ہلال بن امیہ نے بھی ایسا ہی بیان دیا ہے" — یہ دونوں حضرات چونکہ نہایت صالح۔ سچے مسلمان اور شرکاء بدر میں سے تھے۔ اس لئے میں ان کی تقلید میں اپنے پہلے قول پر ثابت قدم رہا۔

ہمارے اس جرم کی بنا پر آنحضرتؐ نے لوگوں کو ہم تینوں سے گفتگو کرنے سے منع فرما دیا تھا۔ چنانچہ لوگ ہم سے بچنے لگے۔ یوں جیسے ہمیں کوئی جانتا ہی نہ ہو۔ میں روز مسجد میں حاضر ہو کر آنحضورؐ کی خدمت میں سلام پیش کرتا اور جواب میں دیکھتا کہ آنحضورؐ کے لب حرکت میں آتے ہیں یا نہیں اور اسی حالت میں پچاس ۵۰ دن گذر گئے۔ زمین ہم پر تنگ ہو گئی۔ پچاسویں دن صبح کے وقت میں اپنے مکان کی چھت پر بیٹھا ہوا تھا کہ کسی شخص نے "جبل سلع" سے پکار کر کہا۔ اے کعب بن مالک بشارت ہو! میں یہ آواز سنتے ہی سجدہ میں گر گیا کہ اللہ نے ہمارے گناہ سے درگذر فرمایا ہے۔ پھر میں مسجد کی طرف چل پڑا۔ جو شخص راستے میں ملتا۔ مجھے توبہ قبول ہونے پر مبارکباد دیتا۔ مسجد میں پہنچا تو سب سے پہلے حضرت طلحہ بن عبداللہ نے بڑھ کر مصافحہ کیا اور مبارکباد کہا۔ پھر میں نے آنحضورؐ کی خدمت میں پیش ہو کر سلام کہا۔ اس وقت حضورؐ کا چہرہ مبارک چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا:۔

"مبارک ہو تجھ کو وہ دن
جو تمام دنوں سے بہتر ہے۔
جب سے تیری ماں نے تجھے جنا"

اللہ تعالیٰ نے ذیل کی آیات نازل فرما کر تینوں کے ایمان و اخلاص پر ہمیشہ کیلئے مہر کر دی (ترجمہ)

"اور توجہ فرمائی اللہ نے ان تین اشخاص پر جن کا معاملہ ملتوی اور موقوف تھا۔ یہاں تک کہ جب زمین باوجود کشادہ ہونے کے ان پر تنگ ہو گئی اور ان کی جانیں بھی ان پر تنگ ہو گئیں — اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اللہ کی گرفت سے کہیں پناہ نہیں سوائے اُس کے۔ تو پھر اللہ نے اُن پر توجہ فرمائی اور ان کا قصور معاف کر دیا تاکہ وہ اللہ کی طرف رجوع کریں۔ بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے — اے ایمان والو خدا سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو"۔

(پارہ ۱۱ سورۃ التوبہ)

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں — پھر میں نے دربار رسالت میں عرض کیا "یا رسول اللہؐ! میری خواہش ہے کہ قبولیت دعا کے شکریے میں اپنا سارا مال صدقہ کر دوں"۔

حضورؐ نے فرمایا کہ — تمہارے لئے بہتر ہے کہ کچھ مال اپنے لئے رکھ لو۔ چنانچہ میں نے خیبر کا حصہ رکھ کر باقی مال صدقہ کر دیا اور آپؐ سے عہد کیا کہ چونکہ صداقت کی وجہ سے اللہ نے میری توبہ قبول فرمائی ہے' اس لئے اب میری توبہ یہ ہے کہ سوائے سچ کے کبھی کوئی بات نہ کروں گا (!)

بشکریہ ہفت روزہ "لاہور" لاہور

# دلچسپ

بات تو ہندوستان کی ہے۔ وہاں کے ایک طالب علم کی —— اور طالب علم تو ساری دنیا کا شہری ہوتا ہے۔ یا کم از کم ہونا چاہیئے اس کا کام تو علم حاصل کرنا ہے۔ جہاں سے بھی ملے۔ اسے یہ بات ہرگز زیب نہیں دیتی کہ وہ کسی ملک کے باشندوں سے سیاسی وجوہ پر ناراض ہو۔ سب اس کے بھائی ہیں۔ ساری دنیا کا وہ سانجھا طالب علم ہے۔ علم حاصل کرنے کے بعد بھی تو اس کا یہی کام ہے کہ ساری دنیا کو فائدہ پہنچائے۔ کوئی تھیوری ہو تو ساری دنیا کو بتائے۔ کوئی ایجاد کرے تو سب لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں۔ اس لئے میں نے کہا نا کہ طالب علم بھارت کا بھی ہے تو کیا ہوا۔

کہتے ہیں طالب علموں کو ایک مضمون لکھنے کے لئے دیا گیا۔ عنوان تھا "اگر میں وزیراعظم ہوتا تو کیا کرتا" اکثر طالب علموں کے درمیان ایسے مقابلے ہوتے ہی رہتے ہیں۔ اس مقابلے میں ایک طالب علم نے جواب دیا کہ اگر میں اپنے ملک کا وزیراعظم ہوتا تو اس مضمون نویسی کے مقابلہ میں نہ بیٹھا ہوتا۔ دراصل مضمون کا عنوان ہی ایسا تھا کہ یہ جواب بھی دیا جا سکتا تھا۔ کہتے ہیں نا کہ سوال کرنا بھی آدھے جواب کے برابر ہوتا ہے۔ دراصل یہ سوال ہونا چاہیئے تھا کہ "اگر میں وزیراعظم بن جاؤں تو کیا کروں" بات تو اس طالب علم کے جواب کی تھی۔ کتنا دلچسپ تھا اس کا جواب۔ لیکن میں نے سوال پر ہی تنقید شروع کر دی اور جواب کا مزہ نہیں آنے دیا۔ اور تنقید کی کیا بات ہے۔ اس میں بھی جھول ہو سکتے ہیں۔ مثلاً میں نے کہا ہے کہ سوال یہ ہونا چاہیئے تھا کہ اگر میں وزیراعظم بن جاؤں تو کیا کروں۔ یہ عنوان ہوتا۔ تو وہ ذہین طالب علم یہ جواب دیتا کہ میں فوراً اس مقابلے سے اٹھ کر چلا جاؤں۔ اور قلمدان وزارت عظمیٰ سنبھال لوں۔

خیر ان باتوں کو چھوڑیئے آپ۔ طالب علم کے پہلے جواب ہی کا مزہ لیجئے آپ بتایئے کہ اس سوال سے اسے کتنے نمبر ملتے۔ اور وہ پاس ہو جاتا یا نہ ہوتا۔ اور اسے اس انعام کا حقدار قرار دیا جا سکتا تھا یا نہیں۔

کیا دولت مند اپنی دولت سے خوشیوں کی خریداری کر سکتا ہے؟ اور کیا وہ شخص جس کی جیب میں کچھ بھی نہیں ہے خوشیوں سے محروم رہتا ہے اس سوال کے جواب میں بہت کچھ کہا گیا ہے۔ اور شائد ہمیشہ ہی کہا جاتا رہے گا۔ ایک امیر آدمی نے کسی غریب سے کہا کہ دولت تو خوشی نہیں خرید سکتی۔ غریب آدمی نے منہ دوسری طرف موڑا اور سوچنا شروع کر دیا کہ یہ بات مجھے اس لئے کہی گئی ہے کہ کہیں میں بھی دولت اکٹھی نہ کر لوں۔ امیروں کے متعلق اس کے دل میں نفرت کے جذبات پیدا ہونے شروع ہو گئے اور یہ خیال بار بار اس کے ذہن پر ہتھوڑے مارنے لگا کہ مجھے امیر بننے سے روکنے کے لئے کہا جا رہا ہے کہ دولت خوشی نہیں خرید سکتی۔ اور کہ میں اپنی غربت ہی میں خوش رہوں۔

ایک اور شخص جو خاصہ غریب تھا لیکن طبعاً خوش مزاج تھا اور ہر محفل میں خوشیاں بکھیرنے کا عادی تھا۔ ایک امیر آدمی سے ملا اور طنزاً اسے کہنے لگا کہ دولت ہی تو خوشی نہیں خرید سکتی۔ اس کے بغیر بھی انسان خوش رہ سکتا ہے۔ امیر آدمی سوچنے لگا۔ کہ عجیب بات ہے کھانے کے لئے اسے پوری خوراک حاصل نہیں۔ کپڑے اس کے نہایت معمولی۔ جیب اس کی خالی۔ اور پھر بھی ہر وقت ہنستا ہے اور ہنساتا ہے۔ اور میں دولت کے باوجود بھی اتنا خوش نہیں جتنا یہ ہے۔ مجھے ہر وقت یہ خوف لگا رہتا ہے کہ تجارت میں نقصان ہو گا۔ لوگ مجھے ذلیل کرنے کے درپے ہیں۔ میری دولت پر ان کی نظر ہے۔ یہ سب باتیں مری خوشی غارت کر دیتی ہیں۔ کیا میں اپنی دولت چھوڑ چھاڑ کے غربت کا چولا پہن لوں۔

حقیقت یہ ہے کہ نہ دولت خوشیاں خرید سکتی ہے نہ غربت ہر حال میں انسان کو خوش رکھ سکتی ہے۔ خوشی کا تعلق ان دونوں باتوں میں سے کسی سے بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق ہو تو امیر کی خوشی بھی حقیقی ہو سکتی ہے اور غریب کی بھی۔ ہے نا بات ٹھیک۔ اور دلچسپ بھی ہے یا نہیں؟!

نسیم سیفی

Digitized By Khilafat Library Rabwah

قسط نمبر ۲ آخری

# آسٹریلیا

## دنیا کا ایک عجیب ترین ملک

AUSTRALIA

محترمہ فرخندہ اختر شاہ صاحبہ ایم اے سابق پرنسپل جامعہ نصرت ربوہ

ملک کی دولت کا انحصار زراعت پر ہے۔ ایک عرصہ تک آسٹریلوی معیشت غلے اور اُون کی پیداوار پر قائم رہی۔ مگر اب اس میدان میں معدنیات اور زرعی پیداواری صنعتیں اہم کردار ادا کر رہی ہیں۔ صنعت و حرفت نے بہت ترقی کی ہے۔ پہلی عالمی جنگ کی وجہ سے مصنوعات کی اقسام میں بے حد اضافہ ہوا۔ پھر دوسری جنگِ عظیم میں کئی صنعتیں قائم کی گئیں۔ خام اشیاء کی موجودگی اور گورنمنٹ کی امداد سے انجینئرنگ جہاز رانی۔ ہوائی جہاز بھاری کیمیکل اور لوہے اور فولاد کے کارخانے معرضِ وجود میں آگئے۔ آج کل آسٹریلیا میں صنعت و حرفت کا SIOPE فیشن گارمنٹس سے لے کر خوراک تک، کومپلیکس الیکٹرونک DEVICES سے گھریلو صنعتوں تک اور آئل ریفائنری سے پلاسٹک کی اشیاء تک پھیلا ہوا ہے۔ مصنوعی ریشم کی صنعت۔ سوتی اور اونی کپڑوں کے کارخانے نصف کرہ جنوبی میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔

آسٹریلیا میں آبادی نسبتاً کم ہے۔ کیونکہ ملک کا بہت سا حصہ ریگستانی ہے۔ آسٹریلیا قدیم براعظموں اور مشہور بحری تجارتی شاہراہوں سے بہت دور ہونے کے باعث آخری براعظم تھا جسے یورپین اقوام نے دریافت کیا۔ اگرچہ کئی نقشوں میں جنوب میں ایک IMAGINARY براعظم کا خاکہ دیا جاتا تھا لیکن سب سے پہلے ایک ڈچ اور ایک ہسپانوی ملاح نے آسٹریلیا کو ۱۶۰۶ء میں دیکھا۔ پھر ایک مشہور بحری کپتان شمان سترھویں صدی میں اس کے ساحلی علاقے سے گزرا۔ ۱۷۷۰ء میں جیمز کک نے جو برطانوی بحری کپتان تھا آسٹریلیا کا مشرقی ساحل دریافت کیا اور پہلی بار اس براعظم پر قدم رکھا اور اسے سلطنت برطانیہ کے لئے CLAIM کیا۔ اور اس علاقے پر برطانوی تسلط قائم کیا۔

اس زمانے میں برطانیہ اپنے سزا یافتہ مجرموں کو جلاوطنی کی سزا کے طور پر شمالی امریکہ بھیجا کرتا تھا۔ امریکی انقلاب کی وجہ سے جب قانونی مجرموں کو بحر اوقیانوس کے پار لے جانا ممکن نہ رہا تو ان کی آبادکاری کے لئے حکومتِ برطانیہ نے آسٹریلیا کو منتخب کیا۔ سب سے پہلی کھیپ ۱۷۸۷ء میں روانہ کی گئی جو ۱۷۸۸ء میں سڈنی میں وارد ہوئے۔ یہ اوّلین آبادکار ۲۷۰ فوجیوں اور ۷۶۰ سزا یافتہ مجرموں پر مشتمل تھے۔ جنہیں کیپٹن آرتھر فلپ نے شہر سڈنی کے قریب اتارا۔ اور انہوں نے وہاں اپنے گھر بسا لئے۔

اور مختلف علاقوں میں نوآبادیات قائم ہو گئیں۔ نیو ساؤتھ ویلز اور تسمانیہ میں اولین آبادکاروں نے بستیاں قائم کیں۔ اور کوئینز لینڈ سب سے آخری کالونی تھی۔ آبادکاری کے لحاظ سے۔

برطانیہ میں اون کی بڑھتی ہوئی مانگ سے لوگوں میں اندرونِ ملک کی خواہش پیدا ہوئی چراگاہوں پر ہر قسم کے مویشی اور بھیڑ بکریاں پالی گئیں۔ دریا اور صحرائی علاقے دریافت ہوئے۔ لیکن آسٹریلیا کی ترقی میں بڑا قدم اسوقت اٹھایا گیا جب نیو ساؤتھ ویلز میں سونے کی کانیں دریافت ہوئیں۔ جلد ہی وکٹوریا میں بھی سونا مل گیا اور ہزاروں کی تعداد میں لوگ سونے کی تلاش میں آنے لگے۔ اور دس برس کے قلیل عرصہ میں آبادی تین گنا ہو گئی۔ سونا ویسٹ آسٹریلیا میں ۱۸۹۲ء میں دریافت ہوا۔

سیاسی لحاظ سے پہلی نوآبادی نیو ساؤتھ ویلز تھی۔ انیسویں صدی کے آغاز تک صرف مقامی انتظامی ڈھانچے قائم تھے۔ وقت گزرنے پر تسمانیہ، وکٹوریہ۔ کوئینز لینڈ، ویسٹرن آسٹریلیا اور ساؤتھ آسٹریلیا کی ریاستیں قائم ہو گئیں۔ ہر کالونی کا اپنا گورنر تھا۔ بعد میں نیو ساؤتھ ویلز کا گورنر تمام آسٹریلیا کا گورنر جنرل مقرر کیا گیا۔ انیسویں صدی کے آخر میں آسٹریلیا کی نوآبادیات نے برطانوی پارلیمنٹ سے آزادی حاصل کر لی اور یکم جنوری ۱۹۰۱ء کو کامن ویلتھ آف آسٹریلیا معرضِ وجود میں آگیا۔

آسٹریلیا میں آبادی نسبتاً کم ہے کیونکہ ملک کا بہت سا حصہ ریگستانی ہے قدیم باشندے جو آسٹریلیا میں پہلے پہل آ کر آباد ہوئے وہ ABORIGINES تھے۔

وہ مضبوط اور سیاہ فام ہیں اور زیادہ تر شکار پر گزارہ کرتے ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ قدیم لوگ ICE AGE میں آ کر یہاں آباد ہوئے۔ جس پر تقریباً بیس ہزار سال کا عرصہ گزر چکا ہے ان کے قدیم ہتھیار پائے گئے ہیں۔ جو سولہ ہزار سال پرانے ہیں۔ آج کل ان کی تعداد صرف . . . [illegible] ہے وہ قبیلوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ اور ہر قبیلہ کا اپنا چیف ہوتا ہے۔ وہ مستقل رہائش گاہیں تعمیر نہیں کرتے بلکہ ایسی جھونپڑیوں میں رہتے تھے۔ جو گھاس پھوس یا درختوں کی چھال سے بنائی جاتی ہیں۔ وہ دھات کے استعمال سے ناآشنا تھے اور مٹی کے برتنوں سے بھی ناواقف۔ اکثر لباس سے بے نیاز۔ خوراک کی تلاش میں وہ اندرون ملک نکل جاتے اور جانوروں کا شکار کیا کرتے تھے۔ کنگرو ان کی من بھاتی خوراک ہے جو ساحلی علاقہ پر آباد تھے ان کا گزارہ مچھلی پر تھا۔

ان قدیم باشندوں کو اپنے وطن سے بے پناہ محبت ہے۔ اکثر قبیلے اکٹھے ہو کر اپنی تفریح کا سامان پیدا کرتے تھے۔ گانا بجانا ناچ اور کھیل کود سے دل بہلاتے تھے۔ ان کا اپنا کلچر ہے جو ان غاروں اور چٹانوں سے دیکھا جاتا ہے۔ جن پر زمانہ قدیم میں انہوں نے نقش و نگار بنائے ہیں۔ اور کھدائی کی ہے۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کو قدرت سے گہرا لگاؤ ہے۔ یہ نہایت دیندار ہیں۔ اور ان کا یقین ہے کہ دنیا ماضی میں HEROES نے تخلیق کی تھی۔ اور اب وہ لوگ قدرت کا ایک حصہ بن گئے ہیں

جب یورپین اقوام آسٹریلیا آ کر آباد ہوئیں تو ABORIGINES پر زوال آگیا۔ اور ان کی طرزِ حیات میں بھی فرق پڑ گیا اور وہ سفید فام لوگوں پر انحصار کرنے لگے۔ وہ زیادہ تر شمالی آسٹریلیا کے گرم جنگلات میں رہتے ہیں۔ صحرائی علاقوں میں اور ان حصوں میں جو ان کے لئے خاص طور پر ریزرو کئے گئے ہیں وہاں پر بھی یہ رہائش پذیر ہیں یورپین ان کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور انہیں گندہ اور سست تصور کرتے ہیں۔ تاہم بیسویں صدی میں ان کی حالت زار کو سمجھنے کی کوشش کی گئی اور سڈنی کی یونیورسٹی میں شعبہ ONTHROPOلوجی ۱۹۲۰ء میں قائم کیا گیا۔ تاکہ ان کا تمدن اور کلچر زندہ رہے ۱۹۶۷ء سے آسٹریلیا کی گورنمنٹ نے ان کی بہبود کی ذمہ داری اٹھائی ہے۔ لیکن ان کے مسائل اب بھی قابل توجہ ہیں۔

موجودہ زمانے میں اکثر ABORIGINES اپنے قبیلوں سے علیحدہ ہو گئے ہیں اور قصبوں میں رہتے ہیں۔ جہاں کھیتوں میں کام کرتے ہیں یا مویشی پالتے ہیں۔

آسٹریلیا میں زیادہ تعداد مغربی اقوام کی ہے جو یہاں وقتاً فوقتاً آباد ہوئیں۔ دوسری عالمی جنگ سے قبل صرف برطانوی باشندے اور ان کی نسلیں پائی جاتی تھیں۔ لیکن اس کے بعد یورپ سے زیادہ تر ڈچ، یونانی اور اطالوی بھی آ کر آباد ہو گئے ہیں ۱۹۷۶ء میں آسٹریلیا کی کل آبادی ایک کروڑ بیالیس لاکھ پچاس ہزار ریکارڈ کی گئی۔ اس براعظم کی اکثر آبادی پروٹسٹنٹ عیسائیوں کی ہے آسٹریلیا میں مذہبی لحاظ سے سب سے بڑی اقلیت مسلمان ہیں جن کی تعداد تین لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ مسلمان پہلے پہل انیسویں صدی کے آخر میں یہاں آئے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ آسٹریلیا کا بہت سا علاقہ ریگستانی ہے۔ وہاں آمدورفت کے لئے اونٹوں کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ ہندوستان سے کچھ افغان جو دنبے چرانے کے کام بھی جانتے تھے منگوائے گئے۔

آسٹریلیا میں سب سے پہلے افغان قوم کے مسلمان داخل ہوئے۔ یہ لوگ قریباً تین ماہ میں کراچی سے ایڈیلیڈ ساؤتھ آسٹریلیا میں پہنچے پھر وقفہ وقفہ کے بعد کئی بھرتیاں افغانوں کی گئیں افغانوں کو وہ ملک بہت پسند آیا۔ اور بہت سے لوگ خود بخود ادھر جانے لگے۔ اور آہستہ آہستہ وہیں بودوباش اختیار کر لی۔ ان کے DESCENDANTS ابھی تک GHANS (افغان) کہلاتے ہیں۔ انہوں نے کئی جگہوں پر عارضی طور پر مسجدیں بھی تعمیر کیں۔ ان میں سے صرف دو باقی ہیں۔ ایک ایڈیلیڈ میں اور دوسری پرتھ میں۔ ان کی نسلیں اپنی پہچان بھول چکی ہیں۔ کیونکہ ان کے آباؤاجداد نے ان کی تربیت کی طرف توجہ نہ دی اور انہیں اسلامی تعلیم سے بہرہ ور کرنے میں غفلت برتی۔

بیسویں صدی کے آغاز میں البانیہ، یوگوسلاویہ ترکی اور لبنان سے بھی مسلمان آسٹریلیا آئے۔ لیکن زیادہ تعداد دوسری جنگِ عظیم کے بعد MIGARATE کر کے آئے اور ان لوگوں کو جہاں جہاں روزگار ملا وہیں آباد ہو گئے۔ خوش قسمتی سے انہوں نے اپنی اولادوں کو دینی قدروں سے روشناس کرایا۔ اگرچہ کوئی قابلِ ذکر تنظیم قائم نہ ہوئی جس سے وہ اس نئی سوسائٹی میں کسی سکیم کے ماتحت اپنے معاملات کی دیکھ بھال کرتے۔ ۱۹۷۶ء سے اس ملک میں آسٹریلین فیڈریشن آف اسلامک کونسلز قائم ہو گئی ہیں۔ اب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن بھی پائی جاتی ہے۔

افغانوں میں سے جو ابتداء میں سندھ سے آسٹریلیا تشریف لے گئے۔ حضرت صوفی حسن موسیٰ خان صاحب بھی تھے جو ترین قبیلہ کے چشم و چراغ تھے۔ انہوں نے ۱۹۰۳ء میں جبکہ آپ آسٹریلیا میں تھے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی خدمتِ اقدس میں بیعت کا خط لکھا۔ جس کی منظوری کی اطلاع حضرت مولانا عبدالکریم صاحب نے آپ کو دی۔ خدائے تعالیٰ کی شان

Digitized By Khilafat Library Rabwah

ہے کہ ایسے ملک میں جہاں چاروں طرف عیسائیوں کی آبادی ہے احمدیت کا پیغام حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی زندگی میں ہی پہنچ گیا حضرت صوفی صاحب کے دو بھائی آپ سے بھی پہلے داخل احمدیت ہوئے تھے۔

حضرت صوفی صاحب ایک پر جوش داعی الی اللہ تھے۔ انہوں نے ۱۹۳۹ء میں انتقال کیا اور پرتھ شہر میں دفن کئے گئے حضرت صوفی صاحب کے علاوہ کئی اور بزرگ بھی آسٹریلیا پہنچ چکے تھے۔ آسٹریلیا کی تاریخ احمدیت کا نیا دَور قدرتِ ثانیہ کے مظہر ثالث کے عہد مبارک سے شروع ہوتا ہے۔ جبکہ مکرم ڈاکٹر اعجاز الحق صاحب آسٹریلیا تشریف لے گئے۔ جماعت آسٹریلیا منظم ہوئی اور انہوں نے سڈنی سے قدرت ثانیہ کے مظہر ثالث کی خدمت میں بیت الاحمدیہ کی تعمیر کے لئے درخواست بھیجی جسے حضور نے از راہ شفقت شرف قبولیت بخشا۔ پھر دورِ رابع کا تاریخ ساز عہد شروع ہوا۔ اور براعظم آسٹریلیا کی روحانی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوا۔

سڈنی سے پچاس میل کے فاصلہ پر ستائیس ایکڑ سے کچھ زائد رقبہ خرید لیا گیا مشن ہاؤس اور بیت الاحمدیہ کے لئے۔ اور براعظم آسٹریلیا کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ جب حضور ایدہ اللہ تعالیٰ مشرق بعید کے دورے پر تشریف لے گئے تو اپنے دستِ مبارک سے اس مشن ہاؤس اور بیت الاحمدیہ کا سنگِ بنیاد رکھا۔

سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا۔

"اب آسٹریلیا کا سفر درپیش ہے اور اسی سلسلہ میں غور کرتے ہوئے میری توجہ مبذول ہوئی کہ آسٹریلیا ایک براعظم ہے جس کو آج تک کسی غیر مذہب نے فتح نہیں کیا۔ عیسائیت نے وہاں ABORI-GINES میں کچھ نفوذ کیا۔ لیکن جو عیسائی وہاں آباد ہوئے آج تک کسی نے ان کے قلوب کو فتح نہیں کیا۔ اور ایک بڑی قوم ہے ایک بڑا پھیلا ہوا براعظم ہے اور وہاں ہم ایک مشن کی تعمیر کے لئے جا رہے ہیں"۔

چنانچہ آسٹریلیا کی سرزمین پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے ایک درخشندہ نشان کے طور پر اس براعظم میں پہلی احمدیہ بیت الذکر اور مشن ہاؤس کا سنگِ بنیاد اللہ تعالیٰ کے حضور انتہائی عاجزانہ دعاؤں کے ساتھ اپنے دستِ مبارک سے نصب فرمایا اور اس طرح سڈنی سے چند میل دور بلیک ٹاؤن میں جمعۃ المبارک کی مبارک گھڑی میں۔ ۳۰ ستمبر ۱۹۸۳ء کو "بیت الہدیٰ" کی تعمیر کے آغاز کے ساتھ ہی براعظم آسٹریلیا میں احمدیت ......... کا ایک نیا روشن اور زریں دَور شروع ہو گیا۔ اس موقع پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک معرکہ آرا خطاب انگریزی میں فرمایا۔ اس تاریخی تقریر میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ اہل آسٹریلیا کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"میرے نزدیک یہ دن آسٹریلیا کی روحانی اور مذہبی دریافت کا پہلا دن ہے گویا آج ہم نے آپ کو اعلیٰ مذہبی اور روحانی اقدار سکھانے کی غرض سے از سرِ نو دریافت کیا ہے۔ پس اس دن کو اُس دن سے ایک گونہ مناسبت ہے۔ جس دن جیمز کک نے آسٹریلیا کو از سر نو دریافت کیا۔ اس سے پہلے ولندیزی اور پرتگالی ملاح اُسے دریافت کر چکے تھے۔ لیکن کیپٹن جیمز کک وہ شخص ہے جس نے انگلستان کی نو آبادی کے طور پر اسے از سرِ نو دریافت کیا۔ اسی طرح جماعت احمدیہ آپ کو ..... از سر نو دریافت کر رہی ہے اور دم نہیں لے گی۔ جب تک اس پورے براعظم کو محبت اور پیار اور عقل و دانش اور مضبوط عقلی و نقلی دلائل کے ساتھ جیت نہ لے"۔

الغرض۔ ۳۰ ستمبر ۱۹۸۳ء کا دن جماعتِ احمدیہ کی تاریخ میں اور آسٹریلیا کی تاریخ میں ایک خاص اہمیت کا دن ہے۔ یقیناً اب مشرق بعید بھی اپنے رب کے نور سے منور ہوئے بغیر نہ رہیگا۔ اور احمدی نوجوان خدا کی محبت کی وہ بنسریاں بجائیں گے آسٹریلیا کے مسحور کن شہر سڈنی، میلبورن ایڈیلیڈ اور کینبرا اس انتظار میں ہیں کہ احمدی نوجوان انہیں اپنے حیات بخش نغمے سنائیں۔

# سیلاب زدگان کی امداد کے سلسلہ میں کیجانے والی مساعی

ستمبر ۱۹۸۸ء میں پاکستان میں آنے والے سیلاب کے متاثرین کے لئے لجنات نے حسب استطاعت مستحقین کی ہر ممکن امداد کی۔ نقد رقوم کے علاوہ۔ موسم کے مطابق کپڑے۔ بستر۔ دیگر اشیاء خور و نوش فراہم کیں۔ نیز سیلاب زدہ علاقوں کا دورہ کر کے متاثرین کی دلجوئی کی اور انہیں صبر و استقلال سے حالات کا مقابلہ کرنے کی تلقین کی۔ جن لجنات نے ہمیں اس بارے میں رپورٹس بھجوائی ہیں ذیل میں درج کی جا رہی ہیں۔ لجنہ اماء اللہ سیالکوٹ نے سب سے زیادہ سیلاب زدگان کی خدمات سرانجام دیں۔ واضح رہے کہ لجنہ نے یہ سامان خدام کو فراہم کیا اور خدام نے سب میں تقسیم کیا۔

**سیالکوٹ شہر** ۲۲۲۶ زنانہ، مردانہ، بچگانہ کپڑے۔ ۳۹۰ گرم کپڑے۔ ۱۰۶ بستر۔ ۸۹ کلوگرام چاول۔ ۵ من گندم۔ اور چینی ۵۰ کلوگرام۔ ۱۴۹ جوڑے جوتے۔ ۱۷ برتن ۲۰۸ ٹکیاں صابن۔ ۲۷ چائے کے ڈبے اور اس کے علاوہ دیگر اشیاء۔ مثلاً نمک۔ سرف موم بتی۔ تولئے۔ آزار بند۔ جرابیں وغیرہ کافی تعداد میں لوگوں میں تقسیم کیں

(۲)۔ داتہ زید کا۔ سیالکوٹ: زنانہ سوٹ ۱۰۶ مردانہ ۲۲ سوٹ۔ ۳۰ جرسیاں۔ گرم چادریں ۳ بچگانہ سوٹ ۹۰۔ بچگانہ جوتے ۱۷ جوڑے۔ نیز چادریں۔ دوپٹے اور ان سلے کپڑے بھی تقسیم کئے۔

۳۔ **تحصیل ڈسکہ کلاں** ۲۳ بستر۔ ۴ بیڈ شیٹ۔ ۱۸ سویٹر۔ زنانہ۔ مردانہ و بچگانہ ۴۳ سوٹ۔ ۲۹۵ روپے نقد۔ اور دیگر اجناس خور و نوش تقسیم کی گئیں۔

سیلاب زدگان کی امداد کے لئے مظفر گڑھ سے مبلغ ۴۶۵۰ روپے بھجوائے گئے۔

**شیخوپورہ** ۲۶ ستمبر ۱۹۸۸ء کو ضلع شیخوپورہ میں اچانک سیلاب آنے پر لجنہ اماء اللہ شیخوپورہ شہر نے فوری طور پر مستحقین کی ہر ممکن امداد کی۔ مبلغ ۱۲۰۰۰ ہزار روپے نقد۔ ۲۰۰ زنانہ جوڑے۔ ۱۰۰ مردانہ جوڑے۔ ۵۰ جوڑے جوتے۔ ۳۰۰ بچوں کے کپڑے۔ ۲ کوٹ اور ۱۰۰ سویٹر تقسیم کئے گئے۔ آٹا۔ چاول۔ چینی اور دیگر اشیاء خورد نوش کے علاوہ دو ہزار روپے کی ادویہ بھی دی گئیں۔ نیز سیلاب زدہ علاقوں کا دورہ کر کے متاثرین کی دلجوئی کی اور انہیں صبر و استقامت سے حالات کا مقابلہ کرنے کی تلقین کی۔

**فاروق آباد** لجنہ اماء اللہ فاروق آباد نے مندرجہ ذیل اشیاء سے سیلاب زدگان کی خدمت کی۔

نقد رقم ۷۰۰ روپے۔ زنانہ سوٹ ۵۶ مردانہ ۲۴ سوٹ۔ بچگانہ ۵۷ سوٹ۔ گرم کپڑے ۲۱ مکمل بستر ایک۔ دو برقعے۔ ۹ جوڑے جوتے

**جلیل ٹاؤن گوجرانوالہ** رقم اور کپڑے جمع کر کے سیلاب زدگان کے لئے بھجوائے گئے

ٹوبہ ٹیک سنگھ: ۹۰۰ زنانہ، مردانہ، بچگانہ سوٹ۔ ۱۵ عدد مکمل بستر۔ اور اجناس بہت سے لوگوں میں تقسیم کی گئی۔ میڈیکل کیمپ بھی لگایا گیا۔ اور کثیر تعداد نے استفادہ کیا۔

**پشاور** بستر ۳۴ عدد۔ کپڑے زنانہ مردانہ ۴۹۸ عدد۔ کمبل اور سویٹر ۱۵۰ عدد۔ گرم شالیں ۶ عدد۔ اور ان اشیاء کے علاوہ ٹوپیاں۔ جرابیں۔ مفلر برساتی اور تولئے وغیرہ کافی لوگوں میں تقسیم کئے گئے۔ یہ تمام سامان دفتر خدام الاحمدیہ مرکزیہ کو بھجوا دیا گیا۔ اور ان کی زیر نگرانی تقسیم ہوا

—— از لجنہ مرکزیہ

## کراچی کے احباب کیلئے

اخبار الفضل کے اجراء اور چندہ الفضل کی ادائیگی کے لیے ہر جمعہ کو

احمدیہ ہال

میں مکرم عبدالرشید سماٹری نمائندہ الفضل کراچی سے رابطہ قائم کریں۔

(مینیجر الفضل)

ڈرائیونگ سیکھئے
رابطہ کیلئے
فضل نیوز ایجنسی اقصیٰ چوک ربوہ فون ۹۸۷
یا
چوہدری منیر رحمان ۲/۳۵ محلہ باب الابواب ربوہ سے
رجوع فرمائیں

القیصر نفیس زری ٹیلرز
احمدیہ مارکیٹ۔ گولبازار ربوہ
۰۔ برقعہ ۰۔ سوٹ ۰۔ ساڑھیاں ۰۔ دوپٹے
۰۔ غرارہ سیٹ ۰۔ میکسی ۰۔ سلمہ ستارہ
۰۔ کشیدہ کاری اور کڑھائی کا مرکز

## امراءِ اضلاع کی خدمت میں ضروری گزارش

تمام امراء کرام کی خدمت میں گزارش ہے کہ ان کے ضلع یا حلقہ میں کوئی ایسی جماعت ہے جہاں خطبہ نمبر نہ جاتا ہو تو دفتر الفضل کو جلد مطلع فرمائیں تا ایسی جماعت میں خطبہ نمبر کی ترسیل کا انتظام کیا جا سکے۔ (مینیجر الفضل)

Digitized By Khilafat Library Rabwah

# دُنیا کے تمام کاروبار غیب پر چل رہے ہیں

## اگر غیب نہ رہے تو دنیا کا تمام کارخانہ بھی ختم ہو جائے

سیدنا حضرت فضل عمر اس امر کو واضح کرتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے صفتِ لطیف کے ماتحت علم غیب کو اپنے ہاتھ میں رکھ کر انسان کیلئے بیشمار برکتوں کا دروازہ کھول دیا ہے فرماتے ہیں:

" اسی طرح انسان اپنے دوستوں اور رشتہ داروں میں پھرتا ہے جن میں سے بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی دوستی خود غرضانہ ہوتی ہے یا وہ اپنے دل میں اسکے خلاف کئی قسم کے منصوبے سوچتے رہتے ہیں یا اس کے رشتہ دار بظاہر اس سے محبت کرتے ہیں لیکن وہ اپنے دلوں میں اس کے بدخواہ ہوتے ہیں۔ اگر پردۂ غیب حائل نہ ہوتا اور انسان کو پتہ لگ جاتا کہ میرا فلاں دوست اپنے دل میں میرے متعلق اس قسم کے خیالات رکھتا ہے یا میرا فلاں رشتہ دار میرا بدخواہ ہے۔ تو ایک قیامت برپا ہو جاتی جس گھر میں دیکھو لڑائی ہو رہی ہوتی ہے ایک کہہ رہا ہوتا ہے کہ تم نے میرے خلاف فلاں بات کیوں سوچی تھی۔ اور دوسرا کہہ رہا ہوتا ہے کہ تمہارے دل میں میرے خلاف اس قسم کے خیالات کیوں آرہے تھے۔ بیوی خاوند سے ناراض ہوتی اور خاوند بیوی سے ناراض ہوتا۔ اور امن اور سکون دنیا سے اُٹھ جاتا۔ پس پردۂ غیب جو اللہ تعالیٰ نے حائل کر رکھا ہے یہ اس کی ایک بڑی رحمت ہے۔

پھر اگر پردۂ غیب نہ ہوتا تو لڑائیوں میں تمام دنیا تباہ ہو کر رہ جاتی۔

لڑائی لڑنے کا سارا کمال اس میں ہے کہ سب باتیں پردۂ اخفاء میں رہیں۔ اور لڑنے والے اپنی سیاست اور تدبیر پر اعتماد کریں۔ لیکن اگر پردۂ غیب نہ ہوتا اور جنگوں میں ایک طرف والوں کو پتہ لگ جاتا کہ ہمارا دشمن اس وقت فلاں جگہ پر ہے تو وہ اپنی توپوں کا منہ عین اسی طرف کر دیتے جدھر دشمن ہوتا۔ اسی طرح دوسری طرف سے بھی توپوں کے گولے عین اسی جگہ پر آکر گرتے جہاں دشمن موجود ہوتا اور اس طرح کوئی متنفس بھی نہ بچ سکتا۔ اب تو ایسا ہوتا ہے کہ اگر ایک لاکھ فوج میدان میں جاتی ہے تو اس میں سے چند ہزار مر جاتے ہیں اور باقی فوج صحیح وسلامت رہتی ہے۔ لیکن اگر پردۂ غیب نہ ہوتا اور فریقین کو ایک دوسرے کے حالات کا علم ہو جاتا تو نشانہ عین دشمن پر بیٹھتا اور کوئی شخص بھی محفوظ نہ رہ سکتا۔

اسی طرح سائنس کی ترقی اور علومِ جدیدہ کے انکشاف کی بنیاد بھی غیب پر ہی ہے۔ اگر ہر چیز ظاہر ہوتی تو سعی وعمل اور ایجادات کا تمام سلسلہ ختم ہو جاتا اور انسان ایک ناکارہ وجود بن کر رہ جاتا۔ غرض دنیا کے تمام کاروبار غیب پر چل رہے ہیں۔ اگر غیب نہ رہے تو دنیا کا تمام کارخانہ بھی ختم ہو جائے اسی طرح روحانی عالم میں جزاء وسزا کی بنیاد بھی پردۂ غیب پر رکھی گئی ہے۔ اگر پردۂ غیب ہٹا دیا جائے تو نہ نیکی قابلِ جزا سمجھی جائے اور نہ بدی سے اجتناب قابلِ ثواب سمجھا جائے۔"

## فری کوچنگ کلاس

امسال مڈل کا امتحان دینے والے طلبہ کیلئے انگریزی کی فری کوچنگ کلاس روزانہ بعد نماز مغرب بیت اللطیف دار العلوم وسطی ربوہ میں جاری ہے۔ امسال مڈل کا امتحان دینے والے ربوہ کے طلبہ اس کلاس سے استفادہ کریں۔

مہتمم امور طلباء

# خبریں

★ وزیر اعظم محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ نے کہا ہے کہ ایٹمی ترقی ہمارا عزم ہے۔ ری پراسیسنگ پلانٹ کا منصوبہ سازش کے ذریعے ناکام بنایا گیا۔ ایک تاریک رات میں منتخب وزیر اعظم کو شہید کر کے ملک پر ساڑھے گیارہ برس کی طویل تاریک رات مسلط کر دی گئی۔ انہوں نے کوٹ اڈو میں ایک جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے پنجاب کے پسماندہ علاقوں میں عرصہ دراز سے نافذ دوہرے آبیانہ کے نظام کو ختم کرنے کا اعلان کیا۔

★ بلوچستان اسمبلی کی بحالی کے بعد جمیعت العلمائے اسلام اور بلوچستان نیشنل الائنس کے مابین مخلوط حکومت کے قیام کے سلسلے میں دس نکات پر مبنی ایک سمجھوتے پر اتفاق ہو گیا ہے جس کے تحت اکبر بگٹی وزیر اعلیٰ ہوں گے۔ پیپلز پارٹی اور آئی جے آئی نے بھی مجوزہ مخلوط حکومت میں شامل ہونے کی خواہش ظاہر کی ہے۔ مولوی فضل الرحمٰن اور اکبر بگٹی نے کہا ہے کہ ان سے بعض شرائط پر سمجھوتے کی بات چل رہی ہے۔

★ وزیر اعظم محترمہ بے نظیر بھٹو نے کہا ہے کہ ۱۹۷۳ء کے آئین کی بحالی کے لئے وہ اپوزیشن کا درست موقف تسلیم کرنے کو تیار ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہماری آئین سے مراد وہ آئین ہے جو ۴ جولائی ۱۹۷۷ء کے روز تھا اس سے پہلے ہونے والی ترامیم آئین کا حصہ ہیں لیکن ہم ان پر بھی بات کرنے کے لئے تیار ہیں۔

★ افغانستان سے روسی فوجوں کی واپسی کے دن یعنی ۱۵ فروری ۱۹۸۹ء تک سرحد اور بلوچستان کے موجودہ گورنر کام کرتے رہیں گے۔

★ سکھر میں صورت حال کشیدہ ہے قانون نافذ کرنے والے اداروں نے گشت کے دوران ایک اور شخص کو گولی مار کر ہلاک کر دیا۔

★ امریکہ کا طیارہ بردار بحری بیڑہ جس کے ایف ۱۴ طیاروں نے لیبیا کے دو مگ طیارے تباہ کر دیئے تھے گزشتہ روز بحیرۂ روم سے واپس امریکہ روانہ ہو گیا اطلاعات کے مطابق امریکہ لیبیا کے ایٹمی پلانٹ پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا ہے۔

★ ایران اور شام نے لبنان میں شیعہ متحارب گروہوں کے درمیان جنگ بندی کے لئے اپنی کوششیں تیز کر دی ہیں۔ یکم جنوری سے اب تک ان گروپوں کی لڑائی میں ۱۴۱ افراد ہلاک ہو چکے ہیں۔

★ ایک بھارتی ترجمان نے کہا ہے کہ دولت مشترکہ میں پاکستان کی دوبارہ شمولیت پر بھارت اعتراض نہیں کرے گا۔ بلکہ بھارت اس سلسلے میں پہل کرے گا۔ وزیر اعظم بے نظیر بھٹو نے برطانیہ میں رہنے والے پاکستانیوں کے مفاد کی خاطر دولت مشترکہ میں دوبارہ شمولیت کی خواہش ظاہر کی تھی۔

★ انٹرنیشنل کرکٹ کانفرنس نے گزشتہ روز یہاں اپنے ایک اجلاس میں متفقہ طور پر فیصلہ کیا ہے کہ اس کے ارکان جنوبی افریقہ میں کرکٹ کھیلنے یا اسکی تربیت دینے والے تمام کھلاڑیوں پر پانچ سال تک کی بندی عائد کریں گے۔ کانفرنس نے یہ بھی فیصلہ کیا کہ کرکٹ کا آئندہ ورلڈ کپ آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ مشترکہ طور پر کرائیں گے۔


اکسیر ابھارہ ٭ اکسیر دودھ ٭ اکسیر کنار ٭ تریاقِ زہرباد ٭ اکسیر سرگن ٭ اکسیر واہ

ودیگر اکسیرات حیوانات کے نرخ
فی پیکٹ ۳/- ، درجن ۲۷/- ، گرس ۳۰۲/-
بونس علاوہ تفصیلی لٹریچر مفت

کیور ٹو میڈیسن کمپنی رجسٹرڈ ربوہ
فون سیلز آفس: ۷۷۱، کلینک: ۶۰۶، رہائش ڈاکٹر زیدی ۴۰۷

٭ نرینہ اولاد سے محروم ٭ بے اولاد ٭ اٹھراء ٭ سوکھا ٭ گرمی ٭ گیس کا علاج کرنے والے

۱۹۱۱ء سے مصروفِ خدمت مشہور دواخانہ (رجسٹرڈ)

زیر نگرانی: حکیم عبدالحمید اعوان ابن حکیم نظام جان

چوک گھنٹہ گھر گوجرانوالہ
پوسٹ بکس نمبر ۱۹۰
فون نمبر ۰۴۳۱-۷۴۸۴۴
۷۶۴۹۷

برانچیں
- اقصیٰ چوک (نزد لیٹر بکس) ربوہ
- چوک قلعہ کالروالہ تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ
- نزد پرانی کوتوالی حضوری باغ روڈ
پوسٹ بکس ۴۹۸ ملتان
فون نمبر ۰۶۱-۳۱-۲۶
خواتین کیلئے معائنہ کا بھی معقول انتظام ہے